تحقیق وتنقید

ہندوستان میں عربی سیرت نگاری

آغاز وارتقا

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

یہ ایک بدیہی اور مسلّم حقیقت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات عالم انسانی کی وہ واحد شخصیت ہے جس کی سیرت سب سے زیادہ لکھی گئی ہے۔ عہد نبوی اور اس کے متصلاً بعد خلافتِ راشدہ میں سیرت نبوی کی جس روایتِ بے بہا کا تقریری طور سے آغاز ہوا تھا وہ اسلامی خلافت کے دوسرے ادوار میں تقریری اور تحریری دونوں انداز سے نہ صرف جاری رہی بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں عقیدت کی فراوانی، محبت کی گہرائی، جستجو کی تڑپ اور تحقیق کی وسعت شامل ہوتی گئی اور سیرت نبوی ایک مستقل علم کا قالب اختیار کر گئی۔ پھر اسلامی فتوحات نے، جو عسکری بھی تھیں اور دینی اور تہذیبی بھی، ہر مفتوحہ مسلم ملک وعلاقہ کے لوگوں کے دلوں میں محبت وعقیدتِ رسول کی وہ لو لگائی کہ وہ ان کی دھڑکن بن گئی۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اب صرف ایک خطہ یا قوم کے فرد اور رسول نہیں تھے بلکہ وہ عراق وایران، افغان وہند، ترکستان وچین، شام وفلسطین، مصر وافریقہ، اندلس وفرانس غرض کہ ساری اسلامی دنیا کے معظم ترین ومحبوب ترین شخص اور سب کے رسول تھے۔ انسانی تہذیب نے جوں جوں ترقی کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبولیت ومحبوبیت میں اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ غیر مسلموں نے بھی جن میں یہود ونصاریٰ مشرک وکافر، لادین وغیرہ ولامذہب سبھی شامل ہیں آپ کی عظمت وجلالت کا اعتراف کیا۔ اور پوری مہذب وتعلیم یافتہ

دنیا نے متعدد زبانوں اور مختلف لہجوں میں آپ کی سیرت طیبہ لکھی یا اس کے کچھ پہلو اجاگر کیے یہ اعجازِ سیرتِ نبوی تو ہے ہی مگر اس سے کہیں زیادہ آپ کی عالمگیر رسالت کا یک گونہ اعتراف بھی ہے۔

برصغیر پاک وہند ملت اسلامی کا ایک اہم ترین حصہ دجگر پارہ رہا ہے اور یہاں کے مسلمانوں کو خاص طور سے اپنے محبوب و مکرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کم عقیدت و محبت نہیں رہی۔ چنانچہ اسلام کی آمد کے کچھ مدت کے بعد ہی سے اسلامیانِ ہند نے سیرتِ نبوی میں دلچسپی لینی شروع کی اور ایک صدی کے بعد ہی ان کو یہ اعزاز واکرام حاصل ہوا کہ ان کے بعض ممتاز افراد، عالمِ اسلام کے دل ـــ مدینہ منورہ ـــ میں بیٹھ کر باشندگانِ شہرِ رسول کو سیرتِ نبوی کا درس دینے لگے۔ یہی نہیں، بلکہ ان کی امامتِ فن کا اعتراف عالمِ اسلام کے مقتدر علماء نے برملا کیا۔ اندرونِ ملک سیرتِ نبوی سے دلچسپی چند در چند ہوتی چلی گئی اور وقت کے گزرنے کے ساتھ وہ ہر خطہ اور علاقہ اور زبان میں پروان چڑھتی گئی۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں نے مختلف زبانوں میں سیرت نبوی پر تقریری، درسی اور تحریری کام کیا اور آج تک اس مقدس موضوع پر ہزار ہا تالیفات صرف ہمارے ملک میں لکھی جا چکی ہیں۔ اس مختصر مضمون میں صرف عربی زبان میں ہندی مسلمانوں کی کارگزاریوں کا جائزہ لیا جائے گا۔

ابھی تک ہماری تحقیقات پہلی اسلامی صدی / ساتویں صدی عیسوی میں برصغیر میں لکھی جانے والی کسی کتابِ سیرت کا سراغ نہیں لگا سکی ہیں۔ البتہ دوسری صدی ہجری / آٹھویں صدی عیسوی سے جو ثبوت ملتے ہیں وہ فنِ سیرت کی خاکِ ہند میں شاندار آغاز کے شاہد ہیں۔ ابو معشر نجیح بن عبد الرحمٰن سندھی (م ۱۷۰ھ) ہمارے موجودہ علم کے مطابق پہلے ہندوستانی تھے جنھوں نے دوسرے اسلامی دیار و امصار کے علاوہ شہرِ نبیؐ مدینہ اور شہرِ خلافت بغداد میں بھی درسِ سیرت دیے تھے اور مغازی نبوی پر ایک کتاب بھی تصنیف کی تھی۔ اس کے بعد کئی صدیوں تک ہم کو اس فن میں کوئی کوشش نظر نہیں آتی۔ قیاس کہتا ہے کہ جو شمع ابو معشر سندھی نے روشن کی تھی اس سے اور چراغ بھی روشن ہوئے

ہوں گے۔ لیکن تاریخی شہادتوں سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ دراصل کئی صدیوں تک اسلام اور اسلامی تہذیب برصغیر کے شمالی مغربی علاقے سندھ اور شمالی پنجاب کی مختصر پٹی تک محدود رہی اور دوسری طرف وہ مغربی ساحلی پٹی کے چند ٹکڑوں تک۔ اور ان دونوں کے بارے میں ہماری معلومات ناقص ہیں۔ سندھ پر عربوں کے آٹھویں صدی عیسوی کے آغاز میں قبضہ کے بعد اگرچہ مسلمانوں کا مسلسل تسلط کسی نہ کسی طرح کسی نہ کسی علاقہ پر برقرار رہا تاہم وہاں سیاسی افراتفری اور حکومتی اتھل پتھل اتنی سخت تھی کہ اس میں تہذیب کی کرنیں جھلملا کر رہ گئیں۔ دسویں صدی عیسوی کے اوائل میں غزنوی سلطنت نے مسلم سیاسی استحکام کی سبیل نکالی مگر جلد ہی وہ ختم ہوگئی اور عملاً تیرہویں صدی عیسوی کے آغاز تک خاک ہند پر اسلامی تہذیب کو جمنے کا موقع نہیں ملا۔ ظاہر ہے کہ اس کے بغیر علمی ترقی ممکن نہ تھی۔

تیرھویں صدی عیسوی میں جب قلبِ ہندوستان میں دہلی سلطنت کا قیام ہوا تو اسلامی تہذیب عربی جامے کے بجائے ایرانی لباس میں جلوہ گر ہوئی۔ البری ترکوں اور ان کے خلجی، تغلق، سید اور لودی جانشینوں اور پھر مغل سلطنت کے زمانے میں فارسی زبان و تہذیب کو عروج ملا اور اس کے نتیجہ میں عربی ثانوی بن کر رہ گئی، اگرچہ وہ ابھی تک مقدس اور علمی زبان سمجھی جاتی تھی۔ لیکن اس کی وہ فعالیت اور ہمہ گیری اس برصغیر میں ظاہر نہ ہوسکی جو ابتدائی صدیوں کے عالم اسلام یا عالم عرب میں ظاہر و کارگر ہوچکی تھی۔ اس صورت میں ہندوستان میں سیرتِ نبوی کا ارتقا رک جانا فطری تھا کیونکہ عربی زبان کے ساتھ عربی علوم بھی زد میں آگئے تھے۔ اگرچہ ہندی مسلمانوں کی سیرت سے دلچسپی کسی نہ کسی قدر باقی رہی اور اسی سبب سے منہاج سراج جوزجانی کی طبقات ناصری اور ضیاء الدین برنی کے صحیفۂ نعتِ محمدی میں ہم کو اس کے مظاہر نظر آتے ہیں تاہم یہ حقیقت ہے کہ سیرتِ نبوی پر اتنی توجہ نہیں دی گئی جتنی کہ دی جانی چاہیے تھی۔ اس کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ ہندوستان کے منہاج و نصاب تعلیم میں خاص طور سے اور عرب و اسلامی دنیا میں عام طور سے تاریخ کبھی بھی ایک درسی موضوع نہیں رہی۔ سیرتِ نبوی کا

بنیادی طور سے تاریخ سے جوڑ دی گئی تھی۔ لیکن چونکہ سیرت نبوی کی حدیث و سنت سے وابستگی کے سبب اس کی ایک دینی حیثیت اور مذہبی اہمیت بھی تھی اس لیے اس کا مطالعہ کیا اور درس دیا جاتا رہا، اور انفرادی طور پر اس پر تحریری کام بھی کیا جاتا رہا یہی اسباب و عوامل تھے جنھوں نے ہندوستان میں عربی سیرت نگاری کے موضوع پر تحریری کاموں کی پیش رفت پر قدغن لگا دی تھی۔

آٹھویں صدی ہجری / چودھویں صدی عیسوی میں سیرت نبوی کا دائرہ محض نعتیہ و مدحیہ قصائد تک محدود ہو گیا۔ اور اس کی بھی مثالیں بہت کم دستیاب ہوتی ہیں۔ شیخ رکن الدین کاشانی (م آٹھویں صدی ہجری) کی شمائل الاتقیاء کے تیسرے باب میں نعوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں۔ قاضی عبد المقتدر رکندی (م محرم ۷۹۱ھ) کا ایک طویل مدحیہ لامیہ قصیدہ مولانا عبد الحئی صاحب مرحوم نے نقل کیا ہے جس میں انچاس[۴۹] شعر ہیں۔ کم و بیش یہی صورت حال نویں صدی ہجری / پندرہویں صدی عیسوی میں بھی نظر آتی ہے۔ اس دور میں ہم کو شیخ احمد بن محمد تھانیسری (م ۸۲۰ھ) کے ایک طویل قصیدہ دائیہ کے اکتالیس اشعار، قاضی احمد بن عمر دولت آبادی (م ۸۴۹ھ) کے قصیدۂ بردہ کی عربی شرح اور شیخ محمد بن یوسف دہلوی (م ذی قعدہ ۸۲۵ھ در گلبرگہ) کے سیرت نبوی پر ایک مختصر رسالے کے حوالوں کے سوا اور کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ ان حوالوں سے بہر حال سیرت نبوی کے تحریری اور سنجیدہ کام میں گذشتہ صدی کے مقابلے میں زیادہ پیش رفت نظر آتی ہے اور ان سے اس خیال کو تقویت پہونچتی ہے کہ یہ دونوں صدیاں اس پہلو سے بالکل ہی بنجر نہیں تھیں۔ زیادہ تحقیق و جستجو سے اور کاموں کا سراغ مل سکتا ہے۔ لیکن یہ بہر حال ایک حقیقت ہے کہ ان پہلی تین صدیوں میں مسلم فضلا اور اہل علم کی توجہ علوم اسلامی کی زیادہ علمی اور مروجہ شاخوں پر مبذول و مرکوز رہی۔ علما اور اہل سیاست کو زیادہ دلچسپی فقہ اور اس کے متعلقہ علوم سے تھی کہ ان کے پیش نظر ہند میں اسلامی ریاست اور تہذیب کے تقاضوں کو پورا کرنا تھا۔ صوفیائے کرام کو بیشتر معاملات تصوف و سلوک سے رغبت تھی کہ ان کے نزدیک معاصر سیاست دین ربانی

سے جدا ہو چکی تھی۔ اور تیسرا مسلم طبقہ، دانشوران فلسفہ و منطق کی گتھیوں میں الجھا ہوا تھا۔ قرآن کریم، حدیث و سنت اور سیرت و تاریخ سے ان کو دل چسپی بہت کم تھی۔

دسویں صدی ہجری / سولہویں صدی عیسوی کے آغاز میں دہلی سلطنت کا شیرازہ بکھرا تو امراء و ملوک کی بن آئی اور انھوں نے برصغیر کے مختلف علاقوں میں اپنی خود مختار سلطنتیں قائم کرلیں۔ ایسا لگتا ہے کہ اس سیاسی افراتفری اور طوائف الملوکی کے دور میں علماء و شیوخ کو بھی اپنے اپنے پسندیدہ مشاغل سے کچھ فرصت مل گئی تھی شاید اس لیے کہ ان میں مزید ارتقا یا موشگافیوں کی بہت زیادہ گنجائش بھی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ اس دور میں ہم کو سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں پر زیادہ وقیع اور گوناگوں کام نظر آتا ہے۔ شیخ زین الدین علی ملاباری (م ۹۲۸ھ) نے قصص الانبیاء پر ایک کتاب تصنیف کرنے کے علاوہ سیرت نبوی پر ایک مکمل کتاب لکھی تھی۔ گجرات کے ایک عرب نژاد عالم شیخ محمد بن عمر بحرق حضرمی (۸۶۹ - ۹۳۰ھ) نے اپنے مربی سلطان مظفر بن محمود بیگڑھ کے لیے سیرت نبوی پر ایک عمدہ کتاب تبصرۃ الحضرۃ الشاہیہ الاحمدیہ لسیدۃ الحضرۃ النبویۃ الاحمدیۃ کے دل چسپ عنوان سے لکھی تھی۔ اچھ میں پیدا ہونے والے اور سلطان سکندر لودی کے دربار سے وابستہ شیخ عبدالوہاب بخاری (م ۹۳۲ھ) نے شمائل ترمذی پر ایک رسالہ کے ساتھ عربی میں مدحیہ قصیدے بھی لکھے تھے۔ اگرچہ مولانا غیاث الدین ہروی (م ۹۴۲ھ) نے اپنے والد ماجد ہمام الدین ہروی کی کتاب روضۃ الصفا کی تلخیص حبیب السیر فی اخبار افراد البشر کے نام سے فارسی میں کی تھی تاہم انھوں نے سیرت نبوی کا ذکر جلد اوّل میں کیا ہے جس سے ہماری معلومات میں فارسی کے سیاق و سباق میں اضافہ ہوتا ہے۔ شیخ عبدالعزیز دہلوی (م ۹۷۵ھ) نے شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی (م ۹۹۸ھ) کی کتاب الحقیقۃ المحمدیۃ کی شرح لکھی تھی جو غالباً سیرت کے مواد پر بھی مشتمل تھی۔ دسویں صدی ہجری کے ضمن میں یہ واقعہ دل چسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مولانا عبداللہ البدایونی نے جو ابتدائے حیات میں پنجاب کے ضلع سامانہ کے نومسلم تھے اپنے فارسی کے استاذ سے سیرت نبوی کے کچھ حصے سن کر اسلام قبول کیا تھا۔ سیرت نبوی کی یہی ہمہ گیری اور کارفرمائی تھی جس نے دلوں کو مسخر اور دماغوں کو

متاثر کیا تھا اور اسی کا جلوہ ہم ملا عبدالنبی (م ۹۹۱ھ) کے سیرت پر دو رسالوں میں بھی دیکھتے ہیں۔ گجرات کے ایک اور عرب نژاد عالم شیخ بن عبداللہ حضرمی (م ۹۹۰ھ) نے معراج نبوی پر ایک رسالہ لکھا تھا جبکہ شیخ مصلح الدین لاری (م ۹۶۰ھ) نے شمائل ترمذی کی ایک بسیط شرح لکھی تھی۔ نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں یہ ذکر کر دیا جائے کہ گجرات کے شیخ محمد ابن احمد فاکہی (۹۲۳ - ۹۹۲ھ) نے ابن سید الناس کی سیرت کی مشہور و عظیم کتاب کی تلخیص نور العیون پوری حفظ کر لی تھی۔ اور غالباً وہ اس سے درس و وعظ میں کام لیتے تھے۔ دسویں صدی ہجری کے اس مختصر جائزے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ عربی میں سیرت نبوی پر کام کرنے کے لیے گجرات کی فضا زیادہ سازگار تھی اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ وہاں عرب آبادی کے سبب نیز عرب دنیا سے مسلسل رابطہ کی وجہ سے فضا زیادہ سازگار تھی اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ وہاں عربی زبان و ادب کا دوسرے علاقوں کے بہ نسبت زیادہ چلن تھا۔

گیارہویں صدی ہجری / سترہویں صدی عیسوی میں سیرت نبوی سے علماء و فضلاء کی دلچسپی اور زیادہ نظر آتی ہے اور اس کا علمی مظاہرہ گوناگوں کاموں کی شکل میں نظر آتا ہے۔ مآخذ کا بیان ہے کہ شیخ مبارک ناگوری (۹۱۱ — ۱۰۰۱ھ) روزانہ قصیدہ بردہ پڑھا کرتے تھے اور اس سے از حد لطف اندوز ہوتے تھے۔ شیخ طاہر بن یوسف سندی (م ۱۰۰۴ھ) نے جو برہان پور میں جا بسے تھے قسطلانی کی المواہب اللدنیہ کا ایک عمدہ انتخاب تیار کیا تھا جبکہ شیخ یعقوب بن حسن کشمیری (۹۰۸ھ تا ۱۰۰۳ھ) نے مغازی النبوۃ پر ایک کتاب لکھی تھی یا اس کی شرح تیار کی تھی۔ لاہور کے شیخ منور بن عبدالحمید (م ۱۰۱۵ھ) نے قصیدہ بردہ کی ایک شرح لکھی تھی اس دور کے سیرت نبوی کے دو اہم ترین عالم تھے شیخ محمد بن فضل اللہ برہانپور (م ۱۰۲۹ھ) جنھوں نے کم از کم سیرت کے مختلف پہلوؤں پر پانچ کتابیں لکھی تھیں ان میں سے دو کا تعلق شفاعت نبوی سے تھا جبکہ بقیہ دو قاضی عیاض کی شفا اور ترمذی کی شمائل کی تلخیص تھیں۔ ان کے علاوہ انھوں نے ایک آزاد رسالہ معراج نبوی پر تصنیف کیا تھا۔ اس صدی کی علمی فضیلت کا سہرا شیخ عبدالقادر بن شیخ عبداللہ حضرمی

گجراتی (۹۶۸ھ تا ۱۰۳۸ھ) کے سر ہے جنھوں نے سیرت نبوی کے موضوع پر متعدد طبعزاد، تخلیقی اور تحقیقی کتابیں تصنیف کی تھیں۔ انھوں نے اپنی پہلی کتاب الحدائق الخضرۃ فی سیرۃ النبی واصحابہ العشرہ بیس سال سے کم عمر میں لکھی تھی۔ اس طرح اس کا سنِ تالیف ۹۹۸ھ یعنی دسویں صدی کا آخر ٹھہرتا ہے۔ اسی تصنیف کے انداز پر انھوں نے اپنی مشہور و معروف کتاب اتحاف الحضرۃ العزیزہ لعیون السیرۃ الوجیزۃ تحریر کی تھی۔ ڈاکٹر زبید احمد نے ان دونوں کتابوں کو خلط ملط کر دیا ہے اور موخر الذکر کی جو تفصیلات بیان کی ہیں وہ دراصل ان کی کتاب اول کی ہیں۔ شیخ موصوف نے ایک اور کتاب میلاد نبوی کے بارے میں المنتخب المصطفیٰ فی اخبار مولد المصطفیٰ کے نام سے، چوتھی کتاب معراج نبوی پر کتاب المنہاج الی معرفۃ المعراج کے عنوان سے، اور بدری صحابہ پر الانموذج اللطیف فی اہل بدر الشریف کے سرنامے سے لکھی تھی۔ ان کی کتابوں کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں صرف تاریخی اور صحیح روایات بیان کی گئی ہیں اور بقول ڈاکٹر زبید احمد صوفیہ کی کتابوں کی مانند رطب و یابس کو نہیں جمع کیا گیا ہے۔ ان دونوں عظیم علماء سیرت کے مقابلے میں ان کے معاصرین یا اس صدی کے علماء و مورخین اس طرہ امتیاز کو نہ حاصل کر سکے اگرچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸-۱۰۵۲ھ) میدانِ حدیث کے مردِ شہسوار تھے اور بقول مولانا سید سلیمان ندوی "ان کی ذات وہ ذات ہے جس نے ہندوستان میں رہ کر حدیث کے سربمہر خزانے کو وقف عام کیا" تاہم سیرت نبوی میں ان کا وہ درجہ نہیں جو ان کے برہانپوری یا گجراتی پیشرو کا ہے۔ محدث موصوف نے سیرت پر فارسی میں مدارج النبوۃ بمراتب الفتوہ فی سید النبی و اخبارہ کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں ایک شاندار کتاب لکھی ہے۔ ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں۔ البتہ شمائل نبوی میں ان کی عربی تصنیف مطلع الانوار العربیہ فی الحلیۃ الجلیۃ النبویۃ ہمارے دائرۂ بحث میں آتی ہے۔ گیارہویں صدی ہجری کے ایک اور اکبر آبادی عالم مولانا عبدالنبی نے معراج پر ایک رسالہ تصنیف کیا تھا۔ اس صدی کی سیرت نبوی پر تصنیفات کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ پورے عہد نبوی پر محیط مختصر و بسیط سیرتیں لکھی گئیں اور محض شروح و حواشی

وتراجم یا قصائد مدح ونعت پر اکتفا نہیں کیا گیا۔
بارہویں صدی ہجری/اٹھارہویں صدی عیسوی میں سیرت نبوی پر تصنیفات کی گوناگونی میں وسعت پیدا ہوتی ہے مگر بہت زیادہ علمی پیش رفت نظر نہیں آتی ہے۔ حکیم محمد اکبر دہلوی (م بعد ۱۱۰۶ھ) نے تلخیص الطب النبوی تیار کی تھی۔ دو معاصرین جن کا تعلق جنوبی ہند سے تھا یعنی مولانا محمد حسین بیجاپوری (م ۱۱۰۸ھ) اور شیخ احمد بن عبداللہ مدراسی (۱۱۱۳ تا ۱۱۸۹ھ) نے سیرت نبوی کے ایک خاص پہلو پر بالترتیب تحبیب الطیب والنساد الی سید الانبیاء اور ابناء الاذکیاء بتحبیب الطیب والنساء کے نام سے کتابچے لکھے تھے۔ مولانا عبدالغنی مہندی نے ۱۱۱۸ھ سے قبل کسی وقت شمائل ترمذی کی ایک تلخیص تیار کی تھی اور جس پر ملا عصام وغیرہ نے دوسرے مآخذ سے حواشی لے کر چڑھائے تھے۔ مولانا محمد شاکر لکھنوی (م ۱۱۲۳ھ) نے قصیدہ بردہ کی غالبا عربی شرح لکھی تھی۔ جبکہ عالمگیر کے روحانی وعلمی مرشد شیخ سعداللہ سلونی (م ۱۱۳۸ھ) کے بارے میں گمان ہے کہ انھوں نے تحفۃ الرسول کے نام سے سیرت نبوی پر یا اس کے کسی پہلو پر کتاب لکھی تھی۔ اس عہد کے واحد مکمل سیرت نگار غالبًا سندھ کے مولانا محمد ہاشم (م ۱۱۷۴ھ) تھے جنھوں نے بذل القوۃ فی سنی النبوۃ کے عنوان سے مکمل سیرت نبوی رقم کی تھی۔ ایک امیر دنیا دار نواب محمد محفوظ گوپاموی (م ۱۱۹۳ھ) کے بارے میں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فضائل ومناقب رسول پر قرۃ العینین فی فضائل رسول الثقلین کے نام سے ایک رسالہ لکھنے کی سعادت حاصل کی تھی۔
اس صدی کے دو عظیم ترین فضلائے وقت شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ تا ۱۱۷۶ھ) اور مولانا غلام علی آزاد بلگرامی (۱۱۱۶ تا ۱۲۰۰ھ) نے مدح رسول کریم میں شاندار عربی قصیدے کہے تھے۔ شاہ صاحب مرحوم کے مجموعۂ قصائد کا عنوان اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم ہے جبکہ مولانا بلگرامی اپنی عقیدت ومحبت رسول کے عمدہ وبلیغ اظہار کے سبب "حسان الہند" کے لقب سے اہل علم میں شہرت رکھتے ہیں۔ موصوف نے اپنے شیخ حبیب اللہ قنوجی (م ۱۱۴۰ھ) کی تصنیف روضۃ النبی کی جو سیرت نبوی پر مستقل کتاب تھی ایک فارسی شرح بھی بعنوان مدینۃ العلم تیار کی تھی۔

اگرچہ تیرہویں صدی ہجری/انیسویں صدی عیسوی میں ہم کو سیرت نبوی کے مختلف گوشوں پر کافی کتابوں اور رسالوں کے نام ملتے ہیں تاہم یہ حقیقت ہے کہ مکمل اور باقاعدہ کتابیں عربی میں کم لکھی گئی تھیں۔ اس کی ایک اہم وجہ فارسی اور اردو کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور عربی زبان کی سمٹتی ہوئی وجاہت وسطوت ہے۔ اس دور کے اہم موضوعاتِ سیرت تھے: مدح ومناقب وفضائل، حلیہ نبوی، میلاد نبوی، طب نبوی، معجزات اثبات نبوت، شفاعت اور مکمل سیرت نبوی۔ مدح وفضائل میں شیخ اسلم بن یحییٰ کشمیری (۱۱۳۹ تا ۱۲۱۲ھ)، مولانا جان محمد لاہوری (۱۱۹۳ تا ۱۲۶۸ھ) اور قاضی علی بن احمد گوپامئوی (م ۱۲۷۰ھ) نے قصیدہ بردہ کی شرحیں لکھیں جبکہ شیخ الٰہی بخش کاندھلوی (۱۱۶۲ تا ۱۲۴۵ھ) مولانا امین اللہ عظیم آبادی (م ۱۲۳۳ھ) مولانا باقر بن مرتضیٰ مدراسی (۱۱۵۸ تا ۱۲۲۰ھ)، مولانا عالم علی مرادآبادی (م ۱۲۹۵ھ) شاہ عبدالعزیز دہلوی (۱۱۵۹ تا ۱۲۳۹ھ) مولانا عبداللہ بن عبدالقادر مدراسی (۱۲۰۵ تا ۱۲۶۷ھ) مولانا عبدالوہاب مدراسی (۱۲۰۸ تا ۱۲۸۵ھ) شیخ علی سجادپھلواری (م ۱۲۷۱ھ) مولانا کفایت اللہ مرادآبادی (م ۱۲۷۳ھ) اور مولانا ولی اللہ لکھنوی (م ۱۲۷۰ھ) نے مدح وفضائل رسولِ کریم میں منظوم ومنثور رسالے لکھے تھے۔ طب نبوی پر مولانا قطب الدین دہلوی (م ۱۲۸۹ھ) اور مولانا محمد غوث مدراسی (م ۱۲۳۸ھ) کے رسالے تھے جن میں سے موخر الذکر کا رسالہ فارسی میں تھا۔ حلیہ وشمائل نبوی پر لکھنے والوں میں مولانا حسین احمد ملیح آبادی (م ۱۲۷۵ھ) مولانا عالم علی مرادآبادی (م ۱۲۹۵ھ) اور مولانا محمد علی ٹونکی (۱۱۹۵ تا ۱۲۶۶ھ) نے منظوم ونثری مگر طبع زاد رسالے لکھے تھے ان میں سے موخر الذکر کا رسالہ فارسی میں تھا جبکہ مولانا سلام اللہ دہلوی (م ۱۲۲۹ یا ۱۲۳۳ھ)، قاضی صبغۃ اللہ مدراسی (م ۱۲۸۰ھ) اور مولانا عبدالقادر رامپوری (۱۱۹۷ تا ۱۲۶۵ھ) نے شمائل ترمذی پر شروح وتعلیقات تحریر کی تھیں۔ نبوتِ محمدی کے اثبات پر سید ہادی بن مہدی لکھنوی (م ۱۲۷۵ھ) کی اثبات النبوۃ لسیدنا محمد تھی جبکہ شفاعت نبوی کے موضوع پر مولانا نظیر اللہ بریلی پوری (م ۱۲۹۳ھ) کی تصنیف لطیف تھی۔ طب نبوی پر مولانا قطب الدین دہلوی (م ۱۲۸۹ھ) اور مولانا محمد غوث مدراسی (م ۱۲۳۸ھ) پر رسالے تھے جن میں موخر الذکر کا فارسی

میں تھا۔ میلاد نامے مولانا عبداللہ بن صبغۃ اللہ مدراسی (م ۱۲۸۸ھ)، سید علی کبیر الہ آبادی (م ۱۲۸۵ھ) اور سید ناصر حسین جونپوری (تیرہویں صدی ہجری) کے تحریر کردہ تھے۔ مولانا آزاد لائبریری کے عبدالحئی فرنگی محلی کلکشن میں ۵۹ ورقی مولد النبی الکریم کے نام سے ایک نامعلوم مصنف کا رسالہ بھی ہے۔ معراج پر حدیث المعراج کے نام سے اسی ذخیرے میں محمد ظہور علی انصاری لکھنوی سید آبادی کا ایک رسالہ ہے جس کی کتابت ۱۲۷۹ھ میں ہوئی تھی۔ اسی طرح مسلم یونیورسٹی کے کتب خانے میں ذخیرۂ مخطوطات حبیب گنج میں تین نامعلوم مصنفین کے رسالے ہیں جن میں سے ایک مولود النبی المختار کے نام سے ۱۲۶۶ھ کا کتابت شدہ ہے۔ بقیہ دو کا تعلق خطبات نبوی، صلاۃ بر نبی کریم اور سیرت سے ہے اور یہ سب اسی صدی کے تحریر کردہ ہیں۔ اسی طرح حافظ شاہ محمد جان کا رسالہ بیان میلاد النبی تھا جو کسی وقت لکھنؤ میں زیر کتابت آیا تھا۔ معجزات نبوی پر شاہ رفیع الدین دہلوی (م ۱۲۳۳ھ)، قاضی صبغۃ اللہ مدراسی (م ۱۲۸۰ھ) مولانا عبدالحکیم گجراتی (م ۱۲۷۵ھ) مولانا عبداللہ مدراسی (م ۱۲۸۸ھ) مولانا عبدالحلیم فرنگی محل (م ۱۲۸۵ھ) اور اسی صدی کے مولانا عبداللہ الہ آبادی نے رسالے اور کتابیں تحریر کی تھیں ان میں سے بیشتر کی تصانیف معجزہ شق القمر سے متعلق ہیں جبکہ عبداللہ مدراسی اور عبداللہ الہ آبادی نے معجزات نبوی سے مجموعی طور سے بحث کی ہے۔

تیرہویں صدی ہجری کی اہم کتب سیرت میں مولانا ولی اللہ سورتی (م ۱۲۰۷ھ) کی التنبیہات النبویہ فی سلوک الطریقۃ المصطفویہ ہے جو شفا قاضی عیاض، مشکوٰۃ خطیب اور قسطلانی کی تصانیف کی تلخیص ہے اور سیرت نبوی کے صوفیانہ نقطۂ نظر سے مطالعہ کی نمائندہ ہے۔ مرزا محمد غیاث شیعی دہلوی (م ۱۲۲۵ھ) خاص طور سے ذکر کے قابل ہیں کہ انھوں نے طبری کی تاریخ کی تلخیص تیار کی تھی جس میں سیرت نبوی کا حصہ بھی شامل ہے۔ سید مرتضیٰ بن محمد بلگرامی زبیدی صاحب تاج العروس (۱۱۴۵ھ تا ۱۲۰۵ھ) نے العقد المنظم فی امہات النبی کے نام سے ایک قیمتی رسالہ لکھا تھا۔ جبکہ مولانا محمد ٹونکی (۱۱۹۵ تا ۱۲۶۶ھ) کی جلاء العیون فی سید النبی الامین المامون اور مفتی عنایت احمد کاکوروی (م ۱۲۷۹ھ) کی تاریخ حبیب اللہ مکمل کتاب سیرت ہے تاہم ان کا تعلق فارسی زبان سے ہے۔ ڈاکٹر زبید احمد

کے مطابق اس دور کی سب سے قابل ذکر سیرت مولانا کرامت علی بن فاضل محمد حیات علی کی ضخیم کتاب ہے جو غدر ۱۸۵۷ء سے قبل نظام حیدر آباد کی زیر سرپرستی لکھی گئی تھی۔ چھ سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب چھپ چکی ہے۔ ڈاکٹر موصوف کے مطابق وہ ضعیف روایات سے خالی ہے اگرچہ اس میں تنقیدی شعور کی کمی ہے۔ مولانا حکیم سید عبدالحئی صاحب نے مصنف کے نام میں اسرائیلی دہلوی حیدر آبادی کا اضافہ کیا ہے۔ جبکہ ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کا خیال ہے کہ مذکورہ بالا کتاب سیرہ حلبیہ کی تلخیص ہے اور اس کا پورا نام السیرۃ العطرۃ: محمد خاتم الرسل ہے اور وہ بمبئی سے ۱۲۷۰ھ میں شائع ہوئی تھی۔ موخر الذکر دونوں مصنفین نے متعدد اور کتب سیرت کا بھی حوالہ دیا ہے لیکن ان کی زبان اور زمانے کا پتہ لگانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

چودھویں صدی ہجری / بیسویں صدی عیسوی میں سیرت نبوی پر برصغیر کی ہر زبان میں بڑا وقیع کام ہوا ہے۔ مکمل کتب سیرت لکھنے والوں میں مولانا ابوبکر بن محمد جونپوری (۱۲۹۷ھ تا ۱۳۵۹ھ) کی سیرت الرسول، شیخ احمد بن صبغۃ اللہ مدراسی (۱۲۶۷ھ تا ۱۳۰۷ھ) کی تاریخ احمد، مولانا عبدالرحیم دہلوی (م ۱۳۰۵ھ) کی رحمۃ الرحیم فی ذکر النبی الکریم، قاضی عبیداللہ مدراسی (م ۱۳۴۶ھ) وغیرہ کی کتابیں شامل ہیں۔ مولانا حسن شاہ رامپوری (م ۱۳۲۷ھ) نے سیرت ابن ہشام کے اشعار کو نہ صرف حروف کے اعتبار سے مرتب کیا بلکہ ان میں سے نامکمل قصائد کو مکمل بھی کیا۔ احمد بن عبدالقادر کوکنی (م ۱۳۲۰ھ) نے ایک شاندار مدحیہ قصیدہ لکھا ہے جبکہ مولانا طلحہ بن محمد ٹونکی حسنی (م ۱۳۹۰ھ) نے عہد نبوی اور عہد صحابہ کے تمدن پر ایک نادر کتاب لکھی تھی جو ابھی تک شرمندۂ طباعت نہیں ہوسکی ہے۔ اردو میں دو عظیم ترین کتب سیرت مولانا شبلی نعمانی کی سیرت النبی کا عربی ترجمہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ایک قابل فرزند محمد اسمٰعیل مدراسی مرحوم نے کیا تھا جبکہ مولانا محمد ناظم مدظلہ نے علامہ سید سلیمان ندوی کے عظیم خطبات سیرت کا جو خطبات مدراس کے نام سے مشہور ہیں الرسالۃ المحمدیہ کے نام سے ترجمہ کیا ہے جو چھپ چکا ہے۔ اس ضمن میں ایک اور ہندی عالم ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدر آبادی کا ذکر ناگزیر معلوم ہوتا ہے جنھوں نے عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ کے سیاسی دستاویزات پر مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعہد النبوی والخلافۃ الراشدۃ کے

نام سے گراں قدر تحقیقی کام کیا ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے بلاذری کی انساب الاشراف کی جلد اوّل کو جو سیرت نبوی سے متعلق ہے مرتب کرکے شائع کیا ہے۔ اور آج کل ڈاکٹر صاحب قبلہ محمد بن اسحاق اولین سیرت نگار رسول کی کتاب السیرۃ النبوۃ کو مرتب کر رہے ہیں۔ ایک اور ہندی نژاد عالم محمد مصطفی اعظمی نے کتاب النبی پر ایک محققانہ کتاب مرتب کرکے شائع کی ہے۔

دیگر موضوعات پر اس صدی میں کچھ کتابیں عربی میں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے نعیم احمد بن فیض اللہ کی دلائل النبوۃ (طبع حیدرآباد ۱۳۲۰ھ) محمد عبدالواحد غازی پوری کی تحفۃ الاتقیاء (طبع لکھنو بلا تاریخ) محمد عبدالمجید کی المرتجی بالقبول (طبع لکھنو بلا تاریخ)، محمد خیر اللہ کی خیر الحقائق (طبع حیدرآباد بلا تاریخ) شہاب الدین احمد کی مصدق الفضل (طبع حیدرآباد بلا تاریخ) محمد بن سعید کی دو کتابیں الفتوحات الاحمدیہ (طبع دہلی ۱۳۰۳ھ) اور خلاصۃ سیر سید البشر (طبع دہلی ۱۳۴۳ھ) اور محمد ناصر کی جرعۃ العرب فی مدح سید العرب (طبع دہلی بلا تاخیر) مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی کے حبیب گنج ذخیرے میں محفوظ ہیں۔ جبکہ اسی لائبریری کے سبحان اللہ ذخیرۂ مخطوطات میں غلام احمد مشہور کی کتاب سید البشر سیرت نبوی پر ایک اوسط درجہ کی کتاب ہے جس کی محمد حفیظ نامی کاتب نے کتابت کی تھی۔ اس کے ۲۳۲ اوراق ہیں۔ یونیورسٹی کے ذخیرۂ مخطوطات میں ایک نامعلوم مصنف کا کتابچہ خلاصۃ السیر النبی سید البشر ہے جو ۲۸ ورقی ہے اور محمد نور الحسن کاندھلوی نے ۱۳۰۹ھ میں اس کی کتابت کی تھی۔

قریب کے زمانے میں ہندوستان میں سیرت نبوی پر جو کام ہوا ہے اس میں ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم مدرس مدرسہ محمدیہ دہلی (اجمیری دروازہ) کا مرتب کردہ محب الدین ابی جعفر احمد بن عبداللہ طبری کا کتابچہ خلاصۃ السیر فی احوال سید البشر ہے جو ۴۲ فصلوں اور ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے اور دہلی سے دفتر اخبار محمدی نے ۱۳۴۳ھ میں شائع کیا تھا شروع میں مرتب نے مصنف کتاب کا ایک صفحہ کا سوانحی خاکہ بھی لکھا ہے۔ دوسری ایک زیادہ اہم کتاب مولانا محمد یوسف کاندھلوی مرحوم امیر جماعت تبلیغ ہند کی حیاۃ الصحابہ ہے جس کی جلد اول میں جو مجلس دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد دکن سے ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی ہے

کافی قیمتی مواد سیرت نبوی پر ہے ۔ کتاب کا انداز دعوتی ہے اور عہد نبوی میں دعوت و تبلیغ اسلام سے متعلق کافی اچھا مواد آگیا ہے ۔ شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا کاندھلوی مرحوم کی تصنیف حجۃ الوداع و عمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم (طبع ندوۃ العلما، لکھنؤ ۱۹۷۱ء) سیرت نبوی کے ایک اہم گوشہ کو بڑی تحقیق و تدقیق کے ساتھ اجاگر کرتی ہے ۔

اس صدی کے اواخر میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کی شاندار کتاب السیرۃ النبویۃ (طبع مطبع عصریہ للطباعۃ والنشر، صیدا، لبنان ۱۹۷۹ء) برصغیر کی عربی سیرت نگاری کا لعل بے بہا ہے کہ وہ اپنی سلاست زبان، اسلوب ادا اور دعوتی انداز بیان کے لحاظ سے اب تک کی سب سے اچھی کتاب ہے لیکن تاریخی تحقیق اور علمی معیار پر وہ اتنی کھری نہیں اترتی مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی مذکورہ بالا کتاب اپنی گوناگوں خصوصیات کے لیے ممتاز ہے تاہم وہ حضرت مولانا کی جلالت شان اور ہم خاکساران و نیازمندان حضرت والا کی توقع سے فروتر ہے ۔

ہندوستان میں عربی سیرت نگاری کے اس مختصر جائزے میں ہندی مسلمانوں کی چودہ صدیوں کی علمی جگر کاویوں اور قلمی کاوشوں کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے ۔ اس سے ہمارے ملک میں اس مقدس موضوع پر علمی پیش رفت کا ہلکا سا اندازہ ہوتا ہے ۔ ہر انصاف پسند طالب علم کو اعتراف کرنا چاہیے کہ ہندی علماء نے خاصا دقیع کام کیا ہے ۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ علامہ شبلی نعمانی اور مولانا سید سلیمان ندوی کی سیرت النبی جیسی معیاری اور تحقیقی کتاب سیرت عربی میں نہیں لکھی گئی ۔ تحقیق و تاریخ کا ابھی یہ تقاضا باقی ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں دوسری علمی زبانوں کی مانند ایک تحقیقی اور معیاری سیرت نبوی لکھی جائے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان کے مطابق ہو ۔

اور ابھی حال ہی میں عالم عرب سے شائع ہونے والی ایک اہم کتاب سیرت مولانا صفی الرحمن مبارکپوری کی "الرحیق المختوم" ہے جس پر رابطہ عالم اسلامی نے مصنف کو کتب سیرت کا اول انعام عطا کیا ہے ۔ وہ اپنی ندرت بیان، جدت تحقیق اور کاوش علمی کے لیے ایک خاص امتیاز کی حامل ہے ۔ ●●